تحقیقی مجلہ ارمغانِ سرحد

(Research Journal: Armaghan-e-Sarhad) (Vol:1, Issue:1, 2024) جلد ۱، شمارہ ۱، جنوری تا جون ۲۰۲۴ء

شعبہ اردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

خاندان مغلیہ کے تاجدار شاہجہاں کی نورِ چشم جہاں آراء بیگم بطور ادیبہ

The Beloved of Emperor SHAHJAHAN of the MOGHAL DYNASTY JAHAN ARA BEGUM, As a Writer

ڈاکٹر فرزانہ تبسمؔ، نوشہرہ کینٹ

ڈاکٹر فرحانہ انجم، نوشہرہ کینٹ

Dr. Farzana Tabassum, Nowshera Cantt
Dr. Farhana Anjum, Nowshera Cantt

Abstract:

Jahan Ara Begum was the daughter of Emperor ShahJahan of the Mughal dynasty. She was a writer, with a greater inclination towards spirituality. She wrote “Monis-e-Arwah” and “Sahbiya” treatises about revered saints. Monis-e-Arwah” is a compilation of the sayings and incidents related to the Chishti Saints, where her second work is one in which Jahan Ara Begum reflected on her own spiritual life. A manuscript of this book is available in a library of Ahmadabad, while another is housed in the Asifia Library.

These treatises are adorned with all the beauties of language and expressions. In terms of interest, they hold significant importance the efforts of a Princess from the Royal family as an author are commendable. In these literary treatises, the expressions of sincerity, realism, self-discovery, emotional states, sentiments and observations are presented with great subtlety. In her writings, all the qualities of thoughts and artistry, vivid imagery devotion and captivating styles of expression are present.

Keywords: Jahan Ara Begum, Monis-e-Arwah, Sahbiya, Chishty Saints, Spiritual life, Lierary

مغلیہ شہزادی جہاں آراء بیگم تاریخ میں ایک ادیبہ کی حیثیت سے ابھرتی ہیں۔ان کی حیات کے مختصر حالات وواقعات کے بارے میں جو معلومات حاصل ہو سکیں انھیں علم الدین سالک نے ترتیب دے کر نقوش آپ بیتی نمبر جون ۱۹۶۴ء کے شمارے میں شائع کیا ہے۔ جہاں آراء بیگم مغل شہنشاہ شاہجہاں کی بڑی صاحبزادی تھیں جو یکم اپریل ۱۶۱۴ء میں پیدا ہوئیں۔اس حوالے سے علم الدین سالک لکھتے ہیں:

”ولادت۔۔۔۔۲۱صفر۱۰۲۳ھ (یکم اپریل ۱۶۱۴ء)

وفات۔۔۔۔آخر رمضان (۱۰۹۲ھ (۶ ستمبر ۱۶۸۱ء)

جہاں آراء جسے عام طور پر "بیگم صاحب" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے شاہجہاں کی سب سے بڑی اولاد تھی۔ وہ پاک منش اور پاکباز خاتون تھی“[1]

جہاں آراء بیگم ایک دیندار خاتون تھیں انھیں دین سے قدرتی لگاؤ تھا وہ روحانیت کی طرف مائل تھیں اور اولیائے کرام کی معتقد تھیں۔ اس حوالے سے انھوں نے دو رسالے بھی لکھے ہیں جس کے بارے میں علم الدین سالک لکھتے ہیں:

”اُسے اولیائے کرام اور خاص کر اولیائے چشت سے قلبی لگاؤ تھا اس نے اولیائے کرام کے بارے میں دو رسالے۔۔۔۔۔۔ مونس الارواح اور صاحبیہ لکھے ہیں۔ مونس الارواح اولیائے چشت کے ملفوظات اور واقعات کا مرقع ہے۔ یہ ۲۷ رمضان ۱۰۴۹ھ کو تمام ہوا“[2]

1۔ مونس الارواح

جہاں آراء بیگم نے یہ رسالہ اولیائے چشت سے عقیدت و انسیت کے حوالے سے لکھا۔ اس رسالے میں انھوں نے اولیائے چشت سے دلی لگاو کی تفصیلات بیان کی ہیں اور سلسلہ چشتیہ کے بزرگان اور خصوصاً خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر عقیدت مندانہ حاضری کا تفصیلا تذکرہ کیا ہے۔

جہاں آراء بیگم کی عقیدت چونکہ سلسلہ چشتیہ سے تھی اسی مناسبت سے وہ ان کا دل سے ادب و احترام کرتی تھیں۔ اس سلسلے کے اولیائے کرام اور بزرگانِ چشتیہ کی عقیدت مند تھیں اسی حوالے سے وہ حضرت پیر دستگیر خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر حاضری کے لیے اجمیر بھی تشریف لے گئیں۔ زیارت اجمیر کے حوالے سے وہ لکھتی ہیں:

”جب میں بخت کی یاوری اور طالع کی فیروزمندی سے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ اکبر آباد سے خطۂ پاک اجمیر کی طرف متوجہ ہوئی تو اٹھارویں ماہِ شعبان المعظم ۱۰۵۳ھ ۱۵ ماہ رمضان المبارک (روز جمعہ) تک میں عمارات تال ”انا ساگر“ میں مقیم رہی۔ خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ میں ہر روز ہر منزل میں دو رکعات نماز نفل ادا کرتی۔ ایک بار سورۃ یٰسین، سورۃ فاتحہ پورے اخلاص اور

عقیدت سے پڑھتی اور ان کا ثواب حضرت پیر دستگیر خواجہ معین الدینؒ کی پاک روح پر نثار کرتی۔ ان چند دنوں میں جو میں نے ان عمارات میں گزارے ادب اور عقیدت کی بنا پر پلنگ پر سونا گوارا نہ کیا۔ میں آپ کے روضہ متبرکہ کی طرف پاؤں نہیں پھیلاتی تھی بلکہ میں اس طرف پیٹھ بھی نہ کرتی۔ دن کا وقت درختوں کے نیچے بسر کرتی۔"(3)

جہاں آراء بیگم حضرت پیر دستگیر کے روضہ مبارک کی زیارت سے ہمیشہ دلی سکون حاصل کرتی رہیں وہ روضہ مبارک کی خدمت بھی کرتی تھیں اور چراغاں بھی کرتی تھیں زیارت کے حوالے سے وہ لکھتی ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ پنج شنبہ کے دن ۱۴ رمضان المبارک کو آپ کے مرقد مبارک کی زیارت سے سعادت اندوز ہوئی"(4)

جہاں آرا بیگم پاکیزہ اور دیندار خاتون تھیں انھیں دین سے بے حد لگاؤ تھا۔ ان کا دل ایمان کے جذبات و احساسات سے منور رہتا تھا۔ جہاں آراء بیگم مزارِ مبارک کی زیارت کے لیے ہمیشہ نہایت ادب واحترام سے پاک صاف بدن و روح سے جاتیں۔ اپنے دل میں ان کی محبت لیے مزار میں باادب ہو کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی مزار تک پہنچتیں۔ اپنے چہرے پر آستانہ کی خاک کو رگڑتیں اور ادب سے ننگے پیر چلتی تھیں۔ وہ اپنے پیر کے مرقد کے گرد سات مرتبہ چکر لگاتیں۔ وہ وہاں کی خاک کو بھی سر آنکھوں پر رکھتیں یہ سب کرتے ہوئے ان پر رقت طاری ہو جاتی اور انھیں دلی سکون حاصل ہوتا۔ وہ اپنی اس کیفیت کو بیان نہ کر پاتیں وہ قبر مبارک پر پھولوں کی چادر چڑھاتیں اپنے ہاتھ سے عطر ملتیں سنگ مرمر کی یہ مسجد بھی ان کے والد شاہ جہاں نے بنوائی تھی وہاں وہ نماز پڑھتیں وہ نماز کے بعد سورۃ یٰسین سورۃ فاتحہ کا ثواب مرشد کی روح کو پہنچاتیں۔ وہ مغرب کے وقت مزار پر چراغ روشن کرتیں وہ وہیں پر روزہ افطار کرتیں۔ اس حوالے سے جہاں آراء لکھتی ہیں:

"ایک دن پھر میں روضہ کی زیارت کے لیے گئی اور اپنے چہرے کو اس آستانہ کی خاک پر رگڑا دروازے سے گنبد مبارک تک ننگے پاؤں زمین چومتی ہوئی اندر پہنچی جب میں گنبد شریف کے اندر داخل ہوئی تو سات مرتبہ اپنے پیر وہادی کے مرقد کے گرد طواف کیا۔ اپنی پلکوں سے جھاڑو دی۔ وہاں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا اس وقت اس عاجز پر ایسی حالت طاری ہوئی اور وہ ذوق

میسر آیا کہ بیان سے باہر ہے میں ذوق و شوق کی بنا پر حیران تھی کہ اس وقت میں کیا کروں اور کیا کہوں، قصّہ مختصر میں نے قبر پر اپنے ہاتھ سے عطر ملا اور پھولوں کی چادر جو میرے سر پر تھی اور جو میں خود اس جگہ کے لئے لائی تھی روضہ مبارک پر چڑھائی اور سنگ مرمر کی مسجد میں جو اس عاجز کے باپ نے بنوائی ہے جا کر نماز پڑھی، گنبد مبارک میں بیٹھ کر سورۃ یٰسین اور سورۃ فاتحہ کا ثواب آپ کی روح پُر فتوح پر نثار کیا"(5)

جہاں آرا بیگم مزار کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھیں۔ ان کے بس میں ہوتا تو وہ ہمیشہ وہیں رہتیں کیونکہ انھیں وہاں روحانیت اور دلی سکون ملتا تھا۔ مزار مبارک ان کے لئے بہت متبرک جگہ تھی جہاں وہ دنیا سے بے نیاز ہو کر عبادت میں مشغول رہنا چاہتی تھیں لیکن آخر کار انھیں گھر واپس آنا پڑا۔ جہاں آرا بیگم کو چونکہ روحانیت سے دلی وابستگی تھی لہذا انھوں نے اپنی ذات کا انکشاف سے طرح کیا ہے۔ اس حوالے سے جہاں آراء بیگم لکھتی ہیں:

"آخر کار چشم ِگریاں اور دل بریاں سد ہزار افسوس کرتی ہوئی اس درگاہ سے رخصت ہوئی اور اپنے ڈیرے پر آئی۔ تمام رات عجیب بے قراری مجھ پر طاری رہی اس روز کی صبح کو جمعہ کا دن تھا۔ والد بزرگوار کوچ فرما کر اکبر آباد کی جانب متوجہ ہوئے"(6)

2۔ صاحبیہ

جہاں آرا بیگم نے اپنی دوسری تصنیف صاحبیہ میں اپنی روحانی زندگی کے بارے میں مختصراً لکھا ہے کہ جب وہ سلسلہ چشت کے کسی صاحب کشف سے بیعت نہ ہو سکیں جو ان کی دلی آرزو تھی تو پھر وہ کس طرح اپنے بھائی دارا شکوہ کے تعاون سے سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ ملا شاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت ہوئیں۔ ان تمام واقعات کی تفصیلات انھوں نے اس رسالے صاحبیہ میں قلمبند کی ہیں۔

جہاں آراء بیگم کو روحانیت سے بہت لگاؤ تھا۔ وہ دن رات اسی فکر میں رہتی تھیں کہ وہ کسی صاحب کشف سے بیعت ہو جائیں۔ جہاں آراء بیگم کی دلی آرزو تھی کہ وہ سلسلہ چشتیہ سے وابستہ ہو جائیں لیکن شاید اس میں اللہ کی مرضی نہ تھی لہذا ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور وہ اپنے بھائی دارا شکوہ کے ذریعے سے سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ ملّا شاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت ہو گئیں۔ اس حوالے سے علم الدین سالک لکھتے ہیں:

"جہاں آراء کی دوسری غیر معروف تصنیف "صاحبیہ" ہے اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ احمد آباد کے کتب خانے میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں ہے۔ اس رسالے میں جہاں آراء نے ان تمام باتوں پر مجمل سا تبصرہ کیا ہے جو اس کی روحانی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں جہاں آراء کی عین خواہش تھی کہ وہ سلسلہ چشتیہ سے وابستہ ہو مگر اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ آخر اس نے اپنے بھائی داراشکوہ سے روحانی فیض کسب کرنا شروع کیا اور داراشکوہ کے ذریعے مّلا شاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت کی"(7)

جہاں آرا بیگم کی ملاّشاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت کی روداد :

جہاں آرا بیگم کا دل عبادت کی طرف مائل تھا وہ دن رات عبادت میں مشغول رہتی تھیں ان کی عمر ۲۰ سال ہو چکی تھی انھیں خواجگان چشت سے نہایت عقیدت تھی۔ وہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے روضہ پاک کی زیارت بھی کر چکی تھیں اس لیے ان کے دل میں بیعت کا ذوق اور بھی بڑھ گیا تھا۔ وہ ۱۰۴۹ھ میں اپنے والدین اور بھائی داراشکوہ کے ساتھ لاہور آئیں جب ان کے بھائی کابل کی طرف روانہ ہوئے تو ان پر اس وقت رقت طاری ہو گئی اور انھوں نے اپنے بھائی کی تلقین پر نفحات الانس کا مطالعہ شروع کر دیا اور اس سے روحانی فیض حاصل کیا۔ ان کے بھائی نے خطوں کے ذریعے دو اولیاء کرام کے بارے میں معلومات فراہم کی جن میں ایک شیخ شاہ دولہ دریائی جو گجرات میں رہائش رکھتے تھے اور دوسرے حاجی عبداللہ جو تال جلال گکھڑ کے علاقے میں گوشہ نشین تھے۔ جہاں آراء نے ان دونوں بزرگوں سے فیض حاصل کرنا چاہا اور حاجی عبداللہ کے فیضان سے روحانی تسکین بھی حاصل کی۔ لیکن انھیں مشائخ چشت کی تلاش تھی جس میں وہ کامیابی حاصل نہ کر سکیں لہٰذا انھوں نے کسی بھی مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا فیصلہ کیا اس حوالے سے جہاں آراء لکھتی ہیں:

"اب والد نے لاہور کا ارادہ کیا اور ہم ۲۴ رجب ۱۰۴۹ھ کو شہر لاہور میں داخل ہوئے۔ لاہور میں بڑے بڑے مشائخ اور اولیاء اللہ رہتے تھے۔ میں نے مشائخ چشت کی تلاش شروع کی مگر مجھے اس میں ناکامی ہوئی۔ ملا خواجہ بہاری کی شہرت دور و نزدیک پھیلی ہوئی تھی مگر وہ کسی کو مرید نہیں کرتے تھے میں بہت پریشان ہوئی مگر تلاش کا سلسلہ جاری رہا اور میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ میں کسی

مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرلوں خواہ اس کا تعلق کسی سلسلے سے ہو کیونکہ میری عمر ستائیں برس ہو چکی تھی، اسی سال والدِ بزرگوار نے کشمیر کا ارادہ کیا، میں بھی ان کے ہمراہ تھی، ہم 9 ذالحجہ سنہ مذکور کو کشمیر پہنچے، ہمیں یہاں معلوم ہوا کہ حضرت شیخ میاں میر کے خلیفہ ملاّ شاہ بدخشی کشمیر میں ہیں۔ میرے بھائی کو ان سے بے حد ارادت ہے انھوں نے ملاّ کی بڑی تعریف کی، میرا دل ان کے بارے میں عقیدت کے جذبات سے لبریز ہو گیا"۔ (8)

جہاں آرا بیگم زبان و بیان کے اسلوب سے اچھی طرح واقف تھیں۔ سولہویں صدی میں بھی انھوں نے زبان و بیان کی جن خوبیوں سے مزین یہ تصانیف لکھیں جو ان کے سادہ اور رواں اسلوب بیان کی آئینہ دار ہیں۔ جہاں آراء ملاّ شاہ بدخشی کو خلوص و عقیدت سے خط لکھتی رہیں مگر وہ ان خطوں کا کوئی جواب نہ دیتے تھے لیکن جہاں آراء مایوس نہ ہوئیں اور ان کو برابر خط لکھتی رہیں۔ تو جہاں آراء کو ثابت قدم پا کر ملاّ شاہ بدخشی نے ان کے چند خطوط کے جوابات دیے جس سے جہاں آراء کو بہت خوشی ہوئی اور انھوں نے ملاّ شاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت کی خواہش کی اور اپنے بھائی کے ذریعے ان سے بیعت ہو گیئں اس بیعت کا احوال وہ یوں لکھتی ہیں:

"میں نے اپنے بھائی کے ذریعے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر انھیں مرشد حقیقی بنالیا، انھوں نے بھائی کے ذریعے مجھے سلسلہ قادریہ کے ذکر اشغال کی تلقین کی۔ تصورِ شیخ کے سلسلے میں میرے بھائی نے مجھے ان کی تصویر دی جسے میں بڑے اخلاص و عقیدت سے دیکھتی تھی اور خاص خاص اوقات میں ان کی صورت کا تصور کر کے میں مراقبہ کرلیا کرتی تھی"۔ (9)

روحانیت کا اثر لیے ہوئے جہاں آرا کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہ تھا جس کی بدولت ان کی تصانیف میں سچائی و صداقت کے ساتھ بھرپور طریقے سے منظر نگاری کے عمدہ جواہر موجود ہیں۔

جہاں آراء بیگم نے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کے بعد اپنے مرشد، رسول کریمؐ اولیاء اللہ کے تصور کا طریق سیکھا اور وہ روحانیت میں ترقی کی منازل طے کرنے لگیں جہاں آراء اپنا زیادہ وقت مراقبہ میں گزارنے لگیں لیکن ان کے دل میں کچھ بے نام سی بے چینی تھی کہ انھوں نے سلسلہ چشتیہ چھوڑ کر سلسلہ قادریہ کو اختیار کیا ہے تو شاید

انھیں وہ روحانی فیض حاصل نہ ہو گا جو وہ چاہتی ہیں اسی یقین و بے یقینی کی کیفیت میں جب وہ مراقبہ میں تھیں تو اس کا حال انھوں نے اس طرح قلم بند کیا ہے:

> ''گھر کی مسجد میں نصف شب تک بیٹھی اور نماز تہجد ادا کر کے گھر آئی پھر ایک طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئی ملا شاہ کی شبیہ پر توجہ لگائی حضرت رسول کریمؐ صحابہ کبار اور اولیاء اللہ کا تصور کر کے مراقبے میں مشغول ہو گئی۔ مجھے اس وقت کچھ تذبذب تھا کہ میں نے سلسلہ چشتیہ چھوڑ کر سلسلہ قادریہ اختیار کیا ہے۔ شاید مجھے روحانی فیض حاصل نہ ہو اس وقت مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی جو نہ خواب تھی نہ بیداری میں نے حضورؐ کی مجلس مقدس دیکھی جس میں صحابہ کبار اور اولیائے کرام بھی شریک تھے۔ ملّا شاہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ انھوں نے اپنا سر نبی کریمؐ کے قدموں میں رکھا آں حضرتؐ نے فرمایا، اے ملّا شاہ! تو نے تیموری چراغ روشن کر دیا ہے، جب یہ حالت گزر گئی، میں بیدار ہوئی تو میرا دل اس خوشخبری سے باغ باغ تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر گزار کیا''(10)

مراقبے میں پیر و مرشد کے دیدار کا احوال:

کشمیر میں قیام کے دوران جہاں آراء مسلسل اپنے مرشد سے خط و کتابت کرتیں اور وہ بھی ان کو باقاعدگی سے جواب دیتے ان کے مرشد ملّا شاہ بدخشی دنیا کے غم و فکر سے بے نیاز عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ جہاں آراء بیگم اپنے ہاتھ سے قسم قسم کے کھانے بنا کر ان کو بھیجتی تھیں۔ اور اس بیعت سے انھیں یہ فیض بھی حاصل ہوا کہ پہلے سے بھی زیادہ غیر شرعی امور سے اجتناب کرنے لگیں۔ انھوں نے اپنے مرشد کو مراقبے میں دیکھا اور ان سے وہ دوپٹہ مانگا جو وہ اپنے کندھے پر رکھا کرتے تھے۔ اس مراقبے کا احوال بیان کرتے ہوئے جہاں آراء بیگم یوں رقمطراز ہیں:

> ''جب ہم کشمیر سے روانہ ہونے والے تھے تو دو تین روز پہلے میں نے مراقبے میں آپکو دیکھا آپ سے وہ دوپٹہ مانگا جو آپ اپنے کندھے پر رکھا کرتے تھے۔ آپ نے وہ دوپٹہ مجھے عنایت فرمایا، علی الصباح جب میں بیدار ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں عریضہ لکھوں اور دوپٹہ طلب کروں ابھی میں

یہ ارادہ کر رہی تھی کہ میرا خواجہ سرا جو ہمیشہ آپ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں کل شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ نے اپنا دوپٹہ دوش مبارک سے اُتار کر مجھے دیا کہ اسے ان کے لیے لے جاؤ۔ میں نے دوپٹہ خواجہ سرا سے لیا۔ آنکھوں سے لگایا مجھے بے حد روحانی سرور حاصل ہوا''(11)

جہاں آراء بیگم کے دل میں اپنے مرشد کے دیدار کی ہمیشہ آرزو رہی وہ ان سے ملاقات بھی کرنا چاہتی تھیں۔ مرشد کا دیدار جہاں آراء کے لیے کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ کشمیر سے لاہور واپس آتے ہوئے جہاں آراء نے اپنے مرشد سے عاجزانہ درخواست کی کہ دیدار کا شرف بخشیں پھر اللہ پاک کے کرم سے مرشد نے عرض قبول کرلی چنانچہ دوسری بار پیرو مرشد کے دیدار کا احوال بیان کرتے ہوئے وہ یوں لکھتی ہیں:

''میں دو دفعہ آپ کے دیدار سے مشرف ہوئی۔ پہلی دفعہ کا ذکر میں اوپر کر چکی ہوں۔ دوسری دفعہ مجھے آپ کی زیارت اس دن نصیب ہوئی جب میں کشمیر سے لاہور آرہی تھی میں نے آپ کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ چونکہ میں کشمیر سے جارہی ہوں آپ مہربانی فرمائیں تا کہ میں آپ کے دیدار سے فیض یاب ہوں۔ آپ نے درخواست قبول کرلی اور اس راستے پر جہاں سے میں گزرنے والی تھی ایک توت کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے میں ہاتھی پر سوار تھی جب اس درخت کے برابر پہنچی تو کھڑے ہو کر آپ کے جمال جہاں آراء کو دیکھا اس وقت آپ کی خدمت میں تین آدمی حاضر تھے۔ ایک محمد حلیم تھا جسے آپ فرزند کہا کرتے تھے دو آپ کے کشمیری خادم تھے جو خضر اور حسن نام رکھتے تھے وہ آپ کے پیچھے کھڑے تھے ان میں سے ایک نے گھوڑا پکڑا ہوا تھا، میں نے کچھ پان اور گلاب کا ایک شیشہ خواجہ سرا کے ہاتھ آپ کی خدمت میں بھیجا اور اسے حکم دیا کہ شیشہ گلاب حضرت سے چکھوا کر واپس لا۔ آپ سوار ہو کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے اور میں وہاں سے رخصت ہوئی''(12)

جہاں آرا نے موقع کی مناسبت سے تمام واقعات کو حقیقت سے بیان کیا ہے ان کی تصانیف میں حقیقی واقعات کا بیان ان کی عمدہ زبان دانی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جب جہاں آراء کے مرشد گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے تب جہاں آراء بیگم بھی رخصت ہوئیں اور انھوں نے بارگاہ الٰہی میں شکرانہ ادا کیا کہ انھیں اپنے مرشد کے دیدار کا شرف حاصل ہوا۔ مرشد کی عنایت اور کرم نوازی بھی ہر لمحہ جہاں آراء کی زندگی کے ساتھ رہی۔ بیعت کرنے کے بعد ان کی زندگی کا انقلابی دور شروع ہوا۔ انھوں نے باقی ماندہ زندگی قرآن و سنت کے عین مطابق روحانیت میں گزاری اور تادم مرگ اللہ کے حضور سجدہ ریز رہیں اور اس کے احکام کی بجاآوری کرتی رہیں۔

حوالہ جات

1. محمد علم الدین سالک، مرتبہ مضمون جہاں آراء بیگم، نقوش آپ بیتی نمبر حصہ اول جون ۱۹۶۴، ص ۹۳۲
2. ایضاً، ص ۹۳۲
3. جہاں آراء بیگم بحوالہ محمد علم الدین سالک، مرتبہ مضمون جہاں آراء بیگم، نقوش آپ بیتی نمبر حصہ اول جون ۱۹۶۴ء ص ۹۳۲
4. ایضاً، ص ۹۳۲
5. ایضاً، ص ۹۳۳
6. ایضاً، ص ۹۳۳
7. محمد علم الدین سالک، مرتبہ مضمون جہاں آراء بیگم، نقوش آپ بیتی نمبر حصہ اول، جون ۱۹۶۴ء، ص ۹۳۴
8. جہاں آراء بیگم بحوالہ محمد علم الدین سالک، مرتبہ مضمون جہاں آراء بیگم، نقوش آپ بیتی نمبر حصہ اوّل، جون ۱۹۶۴ء، ص ۹۳۴
9. ایضاً، ص ۹۳۴
10. ایضا، ص ۹۳۴-۹۳۵
11. ایضاً، ص ۹۳۵
12. ایضا، ص ۹۳۵

REFERENCES

1. Muhammad Ilmud Din Salik, Murattaba Mazmoon Jahan Ara Begum, Naqoosh Aap Beeti Number Hissa Awal, June ١٩٦٣, Pg ٩٣٢
2. Ibid
3. Jahan Ara Begum Bahawala Muhammad Ilmud Din Salik Mazmoon Jahan Ara Begum, Naqoosh Aap Beeti Number Hissa Awal June ١٩٦٣ Safa ٩٣٢
4. Ibid
5. Ibid, Pg ٩٣٣
6. Ibid
7. Muhammad Ilmud Din Salik, Murattaba Mazmoon Jahan Ara Begum, Naqoosh Aap Beeti Number Hissa Awal, Pg ٩٣٤
8. Jahan Ara Begum Bahawala Muhammad Ilmud Din Salik, Murattaba Mazmoon ,Jahan Ara Begum, Pg ٩٣٤
9. Ibid
10. Ibid, Pg934,935
11. Ibid
12. Ibid